خودنوشت سوانح حیات

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق کو لکھنے کے مواقع کم ملے بلکہ ان کا لکھنے کا مزاج ہی نہ تھا دراصل وہ اپنی طبعی افتاد کے پیش نظر اپنے حالات کے چھپنے اور اپنی سوانح کے قلم بند ہونے کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کا اوّل روز سے اصرار تھا کہ حضرت شیخ الحدیث اپنی مختصر سوانح حیات خود لکھیں اس مقصد کے حصول کے لیے انہوں نے ایک مرتبہ ۳۶ سوال مرتب کر کے حضرتؒ کی خدمت میں پیش بھی کئے اور ان کا جواب لکھنے پر اصرار کیا تب حضرتؒ نے ان کا جواب لکھنا شروع کیا ذیل میں حضرت کی وہی تحریر پیش خدمت ہے اور یہ تحریر بھی خدا کا فضل ہوا عین اس وقت ملی جب نمبر کا کام مکمل ہو کر کاپی پیسٹنگ شروع ہو چکی تھی کہ فائلوں کے ڈھیروں میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کو یہ خود نوشت حیات بھی مل گئی جو اگرچہ نامکمل ہے مگر پھر موجودہ تمام نمبر کے لیے بمنزلہ متن کے ہے۔ ادارہ

میرا نام اور نسب عبدالحق بن الحاج مولانا المکرم معروف گل بن الحاج میر آفتاب جو عبدالحمید کے بیٹے ہیں ہمارے جد امجد (صدیوں قبل) غزنی غورہ مرغیٰ سے محمود غزنوی کے لشکر میں آئے تھے اور پھر واپسی میں اکوڑہ میں قیام کیا۔ الحاج والد ماجد صاحبؒ فقہ و نظم کی کتابوں میں ماہر تھے پرانے طریقہ یعنی مسجد میں درس بلا اجرت کے دیا کرتے تھے علمی استعداد کافی تھی اور علوم دینیہ کے عاشق تھے طلبہ کی خدمت و امداد کیا کرتے تھے اور ذریعہ گذر اوقات ان کا تجارت تھا اور مسجد محلہ گگے زئی اکوڑہ خٹک میں خطیب رہے انگریز اور انگریزی کے از حد مخالف تھے انگریز کے خلاف ہر تحریک میں پورا حصہ لیا کرتے تھے حضرت حاجی صاحب ترنگ زئی کے ساتھ اور ان کے منصوبوں میں عملاً شامل تھے۔ کابل کی ہجرت میں میرے والد صاحب مرحوم اپنی کوششوں سے جلسے کراتے مہاجرین علماء وغیرہ کے لیے وہاں جانے کے لیے چندہ کراتے تھے مگر یہ بھی کہتے تھے کہ یہ ہجرت غلط ہے اور فرنگیوں کی چال ہے اکوڑہ سے بہت سے لوگ تیار تھے ہم نے بھی سامان خرید اتھا بیل گاڑیاں لی تھیں مگر جا نہیں سکے باری تھی عید الاضحیٰ کے بعد جانا تھا مگر پھر ہجرت بند ہو گئی یہ غالباً ۱۹۲۱ء یا اس کے لگ بھگ کے ایام تھے۔ اپنی شہرت و نام آوری دوسرے معنی میں ریا سے بچتے تھے دو دفعہ حج کیا اور فرمایا کرتے تھے کہ مقامات مقدسہ میں رب کریم سے یہی دعا کی کہ عبدالحق عالم دین ہو اور علم دین کا خادم ہو۔ چونکہ انگریزیت کے از حد خلاف تھے اس سیلاب کے مقابلہ کے لیے رب العزت سے پہلے خاندان و اولاد کے ذریعہ مدافعت چاہتے تھے چنانچہ اب دارالعلوم حقانیہ کی شکل میں ذرہ ناچیز و نادان کے ذریعہ جو خدمت ہو رہی ہے یہ ان کی دعاؤں کی مقبولیت کی دلیل ہے خداوند کریم نے ان کی تمناؤں کو پورا فرمایا کہ وادی غیر ذی زرع اکوڑہ خٹک جیسے قریہ میں دارالعلوم حقانیہ کا گلشن ظاہر فرمایا میں ان کا پہلا فرزند ہوں ابھی باتیں کرنے کا بھی پورا قابل نہ تھا کہ علم دین سیکھنے کے لیے بٹھا دیا گیا کیونکہ والد صاحب از حد علم دین کا شوق ان پر سوار تھا خود پڑھانا شروع کر دیا اپنی مسجد میں، انگریزی کے از حد مخالفت کی وجہ سے سرکاری سکول پرائمری میں صرف ایک دن بلا داخلہ گیا ہوں پھر جانے کی اجازت نہ دی دو اساتذہ یکے بعد دیگرے اپنی مسجد میں خط و کتابت اور حساب سکھایا کرتے مگر سکول میں پڑھنے کی اجازت نہ دی۔ اسی وجہ سے میں سکول میں پڑھا ہوا نہیں ہوں ساری عمر انگریز کی مخالفت میں حاجی صاحب ترنگ زئی کے منصوبوں کے مطابق گذاری۔

حاجی صاحب ترنگ زئی اڈے ملا کے معتقد تھے میرے والد صاحب ان کے لیے چندے کرتے تھے اور خود بھی پیسے دیتے تھے باقاعدہ

ان کے آدمی آتے تھے کئی ایسے آدمی ٹھہرتے مگر والد نہ بتاتے کہ یہ کون ہے ہم سمجھتے کہ گاؤں میں کوئی درویش ہیں امداد وغیرہ خفیہ کرتے تھے انگریزوں کی سخت نگرانی تھی بدعات ورسومات کے مخالف تھے علماء دیوبند سے عقیدت تھی مسائل دین میں مولانا سخروی جو حضرت گنگوہی کے شاگرد تھے ان کے ساتھ اشارہ کی سنیت اور احتیاط الظہر و قضاء عمری کے نہ ہونے کے قائل تھے مناظر علمیہ کے مجالس ہوا کرتے تھے سیاست میں حاجی ترنگ زئی کے شریک و رفیق تھے۔

جد امجد الحاج میر آفتاب معمولی درجہ کے پڑھے ہوئے اور اکوڑہ خٹک میں کافی اراضی کے مالک تھے اس لیے گذر اوقات زراعت تھی اور ایک مسجد کے خطیب تھے دو دفعہ حج کی سعادت سے بڑھاپے اور بیماری کی حالت میں مشرف ہوئے میرے زمانہ تعلیم دیوبند میں وفات پا گئے میں جنازہ میں نہیں تھا۔ میرے والد کی والدہ ڈنگر زئی (آدم زئی) کی تھیں پٹھانوں کا ایک بڑا گھرانہ تھا گاؤں سے باہر کی طرف بڑا گھر تھا اور بڑے بڑے دروازے تھے اس گھرانے میں بڑے بڑے آفیسر اور ٹھیکیدار تھے میں نے دادی نہیں دیکھی۔ نانے کا نام مولانا محمد شریف اللہ ہے سکھوں کے ساتھ جہاد کیا اور ان کے مظالم سے اپنے آبائی گاؤں مایار طورو سے ایک گاؤں جو شہزادہ کلی متصل تخت بھائی میں پناہ گزین ہوئے اور وہیں قیام پذیر ہو گئے عمر کا اندازہ تاریخ پیدائش، محرم الحرام ۱۳۳۰ھ ہجری مطابق ۱۹۱۱ء ہے مگر حاجی عبدالقیوم استاذ فرماتے ہیں کہ ۱۹۱۲ء اور، محرم تھا ۱۹۱۹ء مجھے یاد ہے یہ ۱۹ ار کے ہندسے مکرر تھے اس لیے دماغ میں نقش ہو گئے ہیں ۹ سال سے اس وقت کم ہوں گا ۱۹۱۲ء زیادہ ٹھیک معلوم ہوتا ہے۔

رسم بسم اللہ یعنی ابتدا تعلیم والد صاحب رحمۃ اللہ سے کی، قرآن مجید پنج گنج اور خلاصہ والد صاحب نے پڑھایا اور پھر نظم کی کتب سکندر نامہ تک حضرت حاجی صاحب ساکن مسجد قصابان جو کہ بڑے بزرگ اور سیاح عالم دین تھے ان سے پڑھی اور الحاج مولانا عبدالقادر سے زنجانی پڑھی اور خط و کتابت مقامی دو دیندار عالموں وغیرہ سے جن کا نام الحاج تاج محمد دوسرے کا نام مولانا شیخ محمد عمر سے سیکھی انگریزی سکول میں داخل نہیں ہوا اور نہ کسی بھی سکول میں تعلیم پائی۔ پہلا سفر موضع اکھوڑی صوبہ پنجاب ضلع کیمل پور میں علم صرف کے ماہر عالم علم صرف و نحو مولانا گوہر الدین کی طرف کیا، ان سے صرف میر یاد کیا اس کے بعد گوجر گڑھی مسجد ڈاگ سے ایک عالم سے بعض کتب علم النحو کی پڑھیں اس کے بعد موضع ملوگی یعنی کوہستان مولانا صاحب سے کافیہ پڑھی جو نحو میں بڑے ماہر تھے متقی اور زاہد تھے کافیہ پانچ سال میں پڑھاتے تھے اس پر تقریر پڑھاتے تھے مجھے بھی وہ تقریر یاد کراتے دو سال تک وہاں رہا ہوں گا وہاں کے مولوی اکبر شاہ میرے ہمدرس تھے۔ اس کے بعد جلالیہ علاقہ چھچھ کی طرف سفر کیا اور شرح جامی حضرت مولانا عبداللہ جان صاحب سے پڑھی اور جو کہ جامی میں بڑی شہرت رکھتے تھے ۳۰، ۴۰ طلبہ ہوتے تھے اور ہر ایک کو الگ الگ پڑھاتے تھے وہاں قیام و طعام کا مسئلہ مشکل تھا تو اس کے قریب من پور گئے اور وہاں سے آتے جاتے تھے من پور میں مولوی عبدالقدیر (مولانا انور شاہ کے شاگرد مشہور عالم محدث اور فیض الباری علامہ انور شاہ کشمیری کے اصل جامع) کی مسجد میں ٹھہرے تھے یہ بھی ہمارے ساتھ جلالیہ جا کر وہاں بڑے مولوی صاحب جو سفید ریش تھے اس سے شرح تہذیب یاد کرتے یہ اس وقت بھی بہت خاموش تھے بلا مقصد کوئی بات نہ کرتے پھر وہاں سے جا کر ہم مولانا عبدالحنان تاجک والے اکھوڑی میں مقیم تھے اور پڑھتے تھے بعد میں میں نے ان سے امروہہ میں پڑھا تھا۔

اس کے بعد موضع طورو ضلع مردان کو گیا طورو میں متعدد اساتذہ کرام سے شرح جامی اور منطق کے رسائل پڑھے پھر ترنگ زئی میں منطقی ملا صاحب جو مشہور تھے ان سے بدیع المیزان پڑھی، پھر امازو گڑھی میں چند ماہ رہا چکیسر صاحب حق سے ملا حسن کا مقدمہ پڑھا پھر والد صاحب نے دیوبند بھیجا۔ دیوبند جب پہنچے تو داخلہ بند ہو چکا تھا در اصل حضرت شاہ صاحب ڈابھیل جا چکے تھے انکی فکر مندی کی وجہ سے دار العلوم میں افغان طلبہ کے داخلہ پر کنٹرول کیا گیا تھا۔ مجھے بشرط تکفل خود داخلہ کی اجازت ملی مگر تکفل کی ذمہ داری میں نے نہ لی چنانچہ میرٹھ پھر گلاوٹھی پھر امروہہ میں مسجد چلہ میں داخلہ لیا وہاں مولانا عبدالحنان صاحب موضع تاجک والے نئے مدرس ہوتے تھے تین ماہ امروہہ میں قیام کے بعد دار العلوم اندر کوٹ میرٹھ کو آیا۔ مولانا مشتاق احمد جو کہ نہایت با اخلاق اور ماہر علوم و فنون تھے ان سے حمد اللہ اور ریاضی اور اقلیدس مکمل پڑھے حضرت مولانا مشتاق احمد صاحب جو حضرت مولانا احمد حسن محشی حمد اللہ و علوم ریاضی و منطق کے معلم تھے درمیان سال

میرٹھ سے ان کا تقرر مدرسہ عالیہ کلکتہ میں ہوا اس جیسے ماہر العلوم استاذ میرٹھ و دہلی میں نہ ملا تو ہم چند طلبہ کلکتہ چلے گئے حضرت مولانا مشتاق احمد صاحب نے پرائیویٹ تمام کتب مشروعہ ریاضی و ہندسہ و حساب کے اور حمد اللہ اور ہدایہ اولین پڑھایا پھر دیوبند ۱۳۴۷ھ دوبارہ کلکتہ سے واپس ہوئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا حضرت علامہ مولانا اعزاز علی صاحبؒ جو امتحان لینے میں سخت مشہور تھے اور اس لیے میں نے داخلہ کے امتحان کے لیے تمام کتب ریاضی و منطق و ہندسہ کے درج کئے سوائے ایک کتاب ہدایہ کے خیال یہ تھا کہ داخلہ کا امتحان حضرت مولانا رسول خان صاحبؒ لیں گے لیکن تقدیر میں جو ہو وہی پیش ہوتا ہے میرا امتحان داخلہ مولانا اعزاز علی صاحب نے لیا۔ ہدایہ اولین میں مسئلہ محاذات سامنے آیا اور میرے لیے یہ نادر مسئلہ تھا عبارت پڑھنے کے بعد شفقت سے فرمایا گھبراؤ مت، ۵ منٹ مطالعہ کرکے مطلب بیان کر دو۔ الغرض خلاف شہرت بڑے مشفق استاد و ممتحن تھے مجھے داخلہ کی اجازت ملی۔ کھانا وغیرہ دارالعلوم سے جاری ہوا تعلم دارالعلوم کا زمانہ عرصہ ۵ سال رہا جس میں بعض کتب مندرجہ ذیل پڑھیں ہدایہ آخرین، مختصر المعانی، قاضی مبارک صدر الشمس بازغہ، شرح اشارات، علم ادب مناظرہ قرارت، جلالین شریف، مشکوٰۃ شریف، نخبۃ الفکر اور کتب احادیث اساتذہ دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا اعزاز علی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) حضرت مولانا اصغر حسین صاحب، حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاوی، حضرت مولانا رسول خان صاحب ہزاروی، حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب دیوبندی، حضرت مولانا نبیہ حسن صاحب دیوبندی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رہے اور آخری سال دورہ کی کتب خصوصاً بخاری شریف اور ترمذی شریف حضرت شیخ الاسلام والمسلمین المجاہد فی سبیل اللہ علامۃ الدھر فہامۃ العصر ملجائی و ماؤی الحافظ الحاج مولانا و بالفضل اولانا السید حسین احمد رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ لا تناہیۃ سے پڑھیں۔ حضرت مولانا اصغر حسین صاحب زاہد فنا فی اللہ و قطب دوران تھے ابوداؤد شریف ان سے پڑھی تمام مذاہب اور خصوصاً مذہب حنفی کے مضبوط اور مختصر مگر جامع دلائل بیان فرماتے تھے۔ حضرت مولانا اعزاز علی صاحب شیخ الفقہ والادب تھے جہاں مذہب حنفی پر فقہا نے فتویٰ نہیں دیا اس کے متعلق فرماتے کہ روایت حنفی ان دلائل سے درست ہے مگر صاحبین یا دوسرے فقہاء کے قول پر بوجہ ضرورت کے فتویٰ دیا گیا دلائل کی قوت سے نہیں بلکہ دوسرے عوارض اور ضرورت پر فتویٰ ہوا ہے۔ شیخ الادب متنبی و حماسہ پڑھاتے وقت فصاحت و بلاغت کے موجزن دریا تھے ان کے حواشی میں کچھ تھا اور بیان و درس کے وقت کچھ اور مضامین ہوا کرتے تھے میں نے ایک دن عرض کیا کہ حضرت کی شرح میں یہ دقائق کیوں درج نہ ہوسکے فرمایا۔ شرح میں اتباع اکابر کی گئی اس میں مشہور توجیہہ کی موافقت کی گئی اور یہ میری ذاتی رائے ہے یہ شرح میں موزوں نہیں۔

حضرت مولانا محمد ابراہیم و حضرت مولانا رسول خان صاحب جامع المنقول والمنقول تھے بحر العلوم علامہ ابراہیم سے ذکی المطالعہ طالب العلم فیض حاصل کرتا ان کا علم طویل و عریض تھا اور حضرت مولانا رسول خان صاحب کا علم عمیق تھا کتاب کی گہرائیوں سے موتیوں کو نکال کر طلبہ کے سامنے پیش کرتے رہتے درحقیقت ہر استاد منبع علم اور امام فن تھا اخلاق حسنہ و تقویٰ کے مجسمے تھے بالخصوص حضرت شیخ العرب والعجم حضرت مولانا مدنیؒ علوم کے ماہر تھے ریاضی و فلسفہ منطق پر حاوی تھے اور علوم قرآن و حدیث میں بندہ نے انہیں تمام اپنے دور کے اساتذہ میں بے نظیر پایا ان سے ذکی غبی اور متوسط طلبہ یکساں مستفیض ہوتے رہے عبارت کتاب کو لگانا مضامین دقائق و حقائق ایسے صاف و سلیس تقریر میں بیان فرماتے کہ تمام طلبہ سیر ہو جاتے اور سب کے دامن علم سے بھر جاتے اخلاق کریمانہ کا یہ حال کہ سینکڑوں پوچھنے والوں کو کبھی نہ ڈانٹا اور نہ غصہ کیا زیادہ سے زیادہ خلق الانسان من عجل بھائی جو تم پوچھنا چاہتے ہو وہ ابھی آپ کے سامنے پیش ہونے والا ہے مگر تم جلدی کر رہے ہو سال کا آخری سبق اور اول سبق یکساں حلم و اطمینان سے پڑھاتے تھے۔ امام بخاریؒ کو جیسا عبور رہے قرآن مجید پر، حضرت شیخ کو قرآن پر پورا عبور تھا، جہاں مسئلہ پیش ہوا فوراً آیت برموقع و محل علی سبیل الارتجال تلاوت فرماتے حدیث میں سب سے پہلے اختلاف مذاہب پھر ہر مذہب کے دلائل پھر احناف کا مسلک و دلائل اور دوسروں کے جوابات اور شکوک و شبہات کا ازالہ فرمایا کرتے تھے مذہب حنفی کو کالشمس فی نصف النہار واضح فرماتے۔

حضرت مولانا نبیہ حسن صاحب کی وفات ۵۱ھ میں ہوئی اور وہ تصریح شرح چغمینی پڑھایا کرتے تھے۔ ۵۰/۵۱ھ میں فراغت سے بعد حضرت مہتمم صاحب و بعض اساتذہ نے مجھے بطور مدرس تجویز کیا چونکہ طالب علمی کے زمانہ میں طلبہ کو میبذی و تصریح پڑھاتا رہا اور میری تقاریر کو اساتذہ نے سنا تھا مگر بعض ہم عصروں کے رشک کی وجہ سے اور معاصرت کی وجہ سے بندہ نے معذرت ظاہر کی اور میں نے لکھنو جانے کا ارادہ کیا کہ طب پڑھوں مگر میرے والد صاحب نے مجھے لکھا کہ میں نے تم کو علم دین کے لیے وقف کیا ہے کہ قارورں کے دیکھنے کیلئے اور نہ مجھے پیسوں کی ضرورت ہے خداوند کریم رازق ہے فوراً اکوڑہ آجاؤ چنانچہ میں والد صاحب کے حکم پر فوراً اکوڑہ روانہ ہوا دو طالب علم دیوبند کے میرے ساتھ آئے کہ ہم اکوڑہ میں تم سے پڑھیں گے اسی طرح رب العزت نے پڑھائی کا انتظام کرا دیا اکوڑہ آکر مسجد میں پڑھاتا رہا ایک مدرس مولوی فضل الرحمن صاحب کو ۳ کے ساتھ رکھ دیا والد صاحب اپنے جیب سے مولوی فضل الرحمن کی ضروریات کو پورا کرتے رہے میری ضروریات تو ہمیشہ والد صاحب کے مدنظر رہے دیوبند سے فراغت اور مسجد میں درس لینے سے ان کو روحانی خوشی ہوئی دو طالب علم تو دیوبند سے آئے۔ بقیہ یہاں جمع ہوئے بحمد للہ تعالیٰ فراغت کے بعد ایک دن بلا تدریس کے نہیں رہا اور اونچی کتابیں مثلاً ہدایہ نور الانوار، میبذی تصریح صدرا اور جلالین شریف و مشکوٰۃ شریف روز اول سے پڑھانے پڑے الحمد للہ علی ذالک حضرت والدؒ کی تمنائیں ظاہر ہونے لگیں اور میرے طب نہ پڑھنے پر اور ہندوستان سے واپس لوٹنے پر اور طلبہ کی جم غفیر سے ان کی روح خوش تھی تمام طلبہ کے کھانے و سالن و کتاب رہائشی ضروریات اپنے جیب سے پورا کرتے تھے اور میرے لیے دونوں وقت مکلف کھانا کا انتظام تھا مجھے تو ندامت تھی کہ والد صاحب پر بوجھ ہوں مگر ان کو بوجہ للّٰہی تدریس کی خوشی تھی دن بدن والد صاحب مرحوم خوشی سے عنایات مجھ پر بڑھاتے رہے اور درس و تدریس کی نعمت پر رب العزت کا شکر ادا کرتے رہے۔

آج دارالعلوم حقانیہ کی شکل میں لئن شکرتم لازیدنکم کا نظارہ دیکھ رہے ہیں والد صاحبؒ کی وارفتگی اور علم و علماء و طلباء کی خدمت کا جذبہ خداوند کریم نے قبول فرمایا ان کے خلوص کی قبولیت کی نشانی دارالعلوم حقانیہ ہے والد صاحبؒ تجارت کے ذریعہ کماتے رہے اور ایثار کر کے علم کے لیے خرچ کرتے رہے اس دوران میں ایک سال کے بعد شادی والد صاحب نے کرادی موضع جہانگیرہ حضرت مولانا عبدالحنان سے دیوبند میں رفاقت تھی۔ حضرت حاجی صاحب ترنگ زئی جنؒ کی زندگی جہاد میں گذری ہے انگریزوں کے مقابلے میں، مقام ناواگئی شبقدر سے جانب مغرب و شمال ایک معرکہ ہوا جس میں انگریزوں کے مشہور گاڈیلٹن کے گورے بے سروسامان مجاہدین کے ہاتھوں واصل جہنم ہوئے اور انگریزوں نے حضرت حاجی صاحب کے جوتوں میں زہر رکھ کر پاؤں شل ہو گئے اس فتح عظیم کی خوشی میں در دولت پر حاضری ہوئی۔ موضع اکوڑہ سے چند رفقاء عجلت پسند ساتھ تھے حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں بعد از عشاء پہنچے حضرت کے ہاں اسی رات تقریباً ۸ سو مہمان تھے ہمارے پہنچنے کی اطلاع ملتے ہی پر تکلف کھانے کا انتظام فرمایا اور ایک مخصوص کمرہ میں بستر او چارپائی کا انتظام فرمایا اور بعد از عشاء تمام رفقاء سے ملاقات ہوئی، نصائح سے نوازتے رہے۔ بندہ کی حاضری پر خوشنودی کا اظہار کیا ۳۱۳ دفعہ استغفار کا وظیفہ عطا فرمایا یہ جمعہ کی رات تھی اگلے روز جمعہ کی نماز پڑھ کر عجلت پسند رفقاء کی وجہ سے جلد آنا ہوا مگر حضرت کی پرخلوص دعائیں ساتھ رہیں عشاء کو اکوڑہ واپس پہنچ گئے۔ دوسری بار بعد از وفات زیارۃ کیلئے گئے تھے۔

دس برس اکوڑہ میں درس کے گذرے گاؤں کے نونہال بچے دین اور امور دین سے خالی ہو رہے تھے اس لیے مدرسہ تعلیم القرآن اس کا باقاعدہ افتتاح حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ نے فرمایا۔ مدرسہ تعلیم القرآن کی بنیاد متصل مسجد کے رکھی گئی جس میں بچوں کو دینیات اور کافیہ تک کتب کا درس بھی ہوتا تھا مگر ان دنوں میں بندہ اپنی مسجد میں دورۂ حدیث شریف کی کتب پڑھاتا رہا ایک معاون ساتھ تھا۔

دارالعلوم دیوبند سے حضرت مہتمم صاحب نے دعوت تدریس دی کہ کچھ اساتذہ ڈابھیل چلے گئے اور حضرت شیخ مراد آباد جیل میں قید تھے مگر اس دعوت کو قبول کرنا بڑا مشکل تھا کیا مجھ جیسے نالائق ان اکابرین کی جگہوں پر بیٹھ سکے گا مگر حضرت والد ماجدؒ نے حکم دیا کہ مادر علمی کی خدمت کرنی ہوگی اور تمہیں جانا ہوگا۔ پھر حضرت مہتمم نے تنخواہ کا پوچھا والد صاحب نے فرمایا کہ دین کی خدمت اور مادر علمی کی خدمت بلا شرط اجرت کرنی ہوگی تنخواہ کی کوئی ضرورت نہیں۔

چنانچہ حضرت مہتمم صاحب نے دار العلوم پہنچنے کے بعد اوّلاً ۴۰ روپیہ ایک ماہ کا دیا اسکے بعد خود بہ خود اضافہ فرماتے رہے میں نے کبھی نہ تنخواہ مطالبہ کیا نہ اضافہ کا اور نہ دل میں تنخواہ کا خیال گذرا ہے بحمد اللہ۔ اور نہ میں نے کسی کتاب کی پڑھائی کی درخواست کی چار سال دار العلوم دیوبند میں تدریس کی اور تقریباً تمام بڑی کتب درسیہ پڑھائیں۔ جلالین شریف، مشکوٰۃ شریف، طحاوی شریف، ہدایہ اخرین و اولین، مختصر المعانی مطول رشیدیہ، حمد اللہ امور عامہ، صدرا الشمس بازغہ تصریح میبذی وغیرہ کتب پڑھائیں۔ حضرت شیخ مدنی رح انگریز کے مخالف تھے اس لیے دیوبند میں اسباق سے فراغت کے بعد تحریک آزادی میں وقت گزرتا رہا ایک دفعہ تحریک کے سلسلہ میں دیرہ نہرو کے ساتھ رہا جمیعۃ العلماء ہند کے پروگرام کے مطابق زندگی گزارتے رہے تحریک صیہونیت کے خلاف اور اعلان بالفور کے خلاف جلسے و جلوس میں مشغول رہے۔ بالآخر ملک تقسیم ہوا اور تقسیم سے ایک ماہ پہلے تعطیلات رمضان کے گزارنے کی خاطر اپنے گاؤں اکوڑہ خٹک آیا، ۲۷ رمضان ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو ملک تقسیم ہوا دار العلوم دیوبند کے مہتمم صاحب و حضرت شیخ مدنی رح کا اصرار تھا کہ دیوبند حاضر ہو جاؤں مگر فسادات کی وجہ سے والد صاحب نے اجازت دوبارہ نہ دی اب خود پاکستان میں طلبۂ دیوبند کے پڑھانے کے لیے انتظام کی ضرورت تھی اور اس نئے ملک میں دین کی امانت پہنچانے کی ضرورت تھی تمام مدارس ہندوستان کے حصہ میں رہ گئے اور یہ حصہ پاکستان مدارس سے خالی تھا اور مدرسہ کا چلانا اور تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے مگر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے محض دین کے تحفظ کی خاطر جس طرح ۱۸۵۷ء کے بعد حضرت نانوتوی رحمہ اللہ انگریزی الحاد سے دفاع کے لیے چھتہ کی مسجد میں انار کے درخت کے نیچے ایک استاد و شاگرد سے مدرسہ کی بنیاد رکھی اسی کی نقل کرتے ہوئے موجودہ انقلابی دور کے فتنوں سے بچانے کے لیے مسجد گگے زئی میں دار العلوم حقانیہ کی بنیاد رکھی گئی جو کچھ ہوا وہ بغیر نمود و ظہور کے تھا اور اس لیے کہ ڈر تھا کہ دار العلوم و مدرسہ کے نام سے لوگ متنفر ہو جاویں گے اور رکاوٹ ڈالیں گے انہی ایام میں صوبہ پنجاب کے وزیر تعلیم نے ایک سوال کے جواب میں کہ پاکستان میں دینی تعلیم کا کیا نظام ہوگا تو جواب میں کہا کہ جامعہ ازہر اور دنیا کے مختلف ممالک سے علماء آئیں گے اور وہ نصاب تجویز کریں گے مگر دار العلوم دیوبند اور اس کے ہمنوا لوگوں کی تعلیم کو پاکستان میں جگہ نہ ہوگی اب داعیہ ہوا کہ دیوبند کے نصاب کو زندہ رکھا جائے ہمت نہ ہاری اور اکابر کی امانت پہنچانے کا پاکستان میں تہیہ کر لیا۔ چنانچہ ۳ سال دار العلوم کو مخفی رکھا اور پڑھائی باقاعدہ ہوتی رہی حسبۃً للہ نہ چندہ نہ تنخواہ اور نہ اس کا وہم و گمان۔

ابتدائی تین سال میں علمی ترقی اور طلبہ کی آمد خصوصاً جو تقسیم کی وجہ سے ہند نہ جا سکے تو چھ سے زیادہ طلبہ کے اصرار پر دورہ احادیث ابتدا تاسیس دار العلوم حقانیہ سے شروع ہوا اور یہ جو ترقی ہے دار العلوم کی یہ علم حدیث کی برکت طلبہ حدیث کی آمد سے دن بدن روبہ ترقی رہا اور اس رحلت کی برکت سے آفات و بلیات سے حفاظت رہی اور مدرسہ حقانیہ کو تر و تازگی اس دعا کی برکت سے نضر اللہ امرأ سمع مقالتی فوعاها وادّاها کما سمعها کے طفیل ہے ورنہ کہاں یہ بنجر غیر ذی ذرع زمین اور انتہائی مفلس کارکنان اور کہاں یہ دار العلوم جس کا بحمد اللہ آج چار لاکھ[1] سے زیادہ سالانہ اخراجات ہیں۔ اللھم زد فزد

تین سال کے بعد بعض ملازمین ۵ روپیہ ماہوار پر مقرر کئے گئے ایک دفتری اور چند مدرسین جن کی نظر خدمت دین تھی اور تنخواہ کے بالکل مستغنی نہ تھے اور ان طلبہ و مدرسین کے کھانا وغیرہ ضروریات کیلئے حضرت والد صاحب مرحوم اپنے جیب سے خرچ کرتے رہے۔

تین سال کے بعد طلبہ نے راز کا افشاء کیا ربیع الاوّل کے مہینہ میں چندہ کی تحریک اور دار العلوم حقانیہ کی تاسیس کا ذکر عوام میں کیا گیا۔ دیہات والوں سے غلہ اور چندہ کی اپیل کی۔ عوام نے اس اپیل کا خیر مقدم کیا جس سے دار العلوم والوں کے حوصلہ بلند ہوئے اور خوف و ہراس کے بجائے آگے قدم بڑھانے کی ہمت ہوتی۔ اب ارادہ ہوا کہ قوم کے سامنے فضلاء کی دستار بندی کریں اس دستار بندی میں حضرت مولانا غور غشتوی امیر شریعت شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری وغیرہ تمام حضرات تھے۔

---

[1] یہ تحریر کے وقت سالہا سال پہلے کی بات ہے اب بجٹ بحمد اللہ پچاس لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ (ادارہ)